بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

از قلم: مولانا امین احسن اصلاحی

(تحریر کردہ: ستمبر ۱۹۷۶ء)

یہ مقالہ ہمارے محترم دوست' پروفیسر یوسف سلیم چشتی کی ایک غیر مطبوعہ کتاب کا ایک باب ہے۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کو میثاق کے صفحات میں شائع کیا گیا تو میثاق کے قارئین اور دوسرے علمی و مذہبی حلقوں میں نہایت پسند کیا گیا' یہاں تک کہ اس کے قدر دانوں کے شدید اصرار پر اب اس کو کتابی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے۔ پروفیسر صاحب موصوف کے متعلق یہ بات اس مقالہ کے پڑھنے والوں کے علم میں رہنی چاہئے کہ وہ تصوف کے مخالفوں میں نہیں بلکہ اس کے پُرزور حامیوں میں ہیں۔ مذکورہ بالا کتاب' جس سے یہ مقالہ لیا گیا ہے' تصوف کی حمایت اور اس کے مبادی و مقاصد کی وضاحت ہی میں موصوف نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے لکھی ہے۔ وہ خود ایک سلسلۂ تصوف میں مرید' مزاجاً صوفی اور تصوف پسند ہیں۔ لیکن اس کوچہ کی عام روایت کے خلاف ان کے اندر دو باتیں قابلِ رشک بلکہ قابلِ تقلید ہیں۔ ایک یہ کہ ان کا مطالعہ بہت وسیع ہے' دوسری یہ کہ وہ وسعتِ مطالعہ کے ساتھ نہایت گہری تنقید کی صلاحیت کے بھی مالک ہیں اور یہ دونوں وصف بیک وقت کسی شخص' بالخصوص ایک صوفی مزاج شخص' میں مشکل ہی سے جمع ہوتے ہیں۔

میں خود اس مقالے سے غایت درجہ متاثر ہوا ہوں۔ اربابِ تصوف کی چیزیں

پڑھتے ہوئے مجھے ہمیشہ ان کی کتاب وسنت سے ہٹی ہوئی باتوں سے وحشت ہوتی تھی۔ میں ان چیزوں کو خود تصوف کی خرابی پر محمول کرتا تھا' لیکن پروفیسر صاحب کے اس مقالہ سے مجھ پر پہلی مرتبہ یہ بات بدلائل واضح ہوئی کہ ہمارے تصوف میں بھی انہی چور دروازوں سے بہت سے فتنے داخل ہوئے ہیں جن سے تاریخ' حدیث' فقہ' تفسیر' ادب اور فلسفہ میں داخل ہوئے ہیں۔ اس حقیقت کے واضح ہونے سے نفس تصوف سے میری بیزاری کم ہوئی ہے۔ اب میں زیادہ قصور ان لوگوں کا سمجھتا ہوں جو اپنی سادگی اور عامیانہ تقلید کے سبب سے روافض اور سبائیوں کی دسیسہ کاریوں سے آگاہ نہ ہو سکے اور تصوف کے چشمۂ صافی کو انہوں نے ایک جوہڑ بنا کے رکھ دیا۔

مجھے اس احساس سے دِلی مسرت ہوتی ہے کہ اس دَور میں جس طرح عالمانہ تنقید کا نہایت اعلیٰ کام بعض اہل قلم سے تاریخ پر ہو رہا ہے اسی طرح کے تنقیدی کام کی بنیاد تصوف سے متعلق ہمارے محترم پروفیسر صاحب نے اپنے اس بیش قیمت مقالے سے رکھ دی ہے۔ ساری مشکل بس پہلا چراغ جلانے میں ہوتی ہے۔ ایک چراغ جل گیا تو اسی ایک سے بہت سے چراغ جلائے جا سکیں گے۔ ہمیں توقع ہے کہ یہ مقالہ بہتوں کے لئے رہنما ثابت ہوگا اور کیا عجب کہ اس سے دوسرے اصحاب علم کو بھی اس موضوع پر کام کرنے کا حوصلہ ہو اور وہ نہ صرف سارے صوفیانہ لٹریچر بلکہ خود تصوف کے اصول و مبادی کو بھی کتاب وسنت کی کسوٹی پر پرکھ کے اس کے کھرے اور کھوٹے میں ایسا امتیاز قائم کر دیں کہ ایک عام آدمی بھی دھوکے سے محفوظ ہو جائے۔ میں علیٰ وجہ البصیرت یہ رائے رکھتا ہوں کہ معاملہ صرف تصوف کی کتابوں میں الحاق ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ خود ہمارے صوفیاء نے بھی بہت سے ایسے اصول باطنی فلسفیوں کے ہاتھوں اپنا لئے ہیں جو اب تصوف کے مسلمات میں سے سمجھے جانے لگے ہیں' حالانکہ ان کو کتاب وسنت سے کوئی دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ میں نے اس طرح کی بعض چیزوں کا اپنی کتاب ''تزکیۂ نفس'' میں حوالہ دیا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس نقطۂ نظر سے ان بزرگوں کی

کتابوں کا خاص طور پر جائزہ لیا جائے جن کی ہر چیز ہمارے ہاں ماخذ و مرجع سمجھی جاتی ہے اور ان پر کسی تنقید کی جرأت لوگ آسانی سے نہیں کرتے۔

تنقید کے ضمن میں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ علم و تحقیق کے ساتھ جو تنقید ہوتی ہے وہ علوم کے لئے آبِ حیات ہے۔ اسی سے علم کو سیرابی' تازگی' شادابی اور زندگی حاصل ہوتی ہے اور یہ زندگی ملت میں حرکت و عمل کی لہر پیدا کرتی ہے۔ اگر یہ چیز ناپید ہو جائے تو فکر و نظر کی قوتیں جامد اور حرکت و عمل کی صلاحیتیں مفلوج ہو کر رہ جاتی ہیں اور اس صورتِ حال سے وہ لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو دین و ایمان کے دشمن ہوتے ہیں وہ یا تو الحاقی چیزوں کو بنیاد قرار دے کر ان پر گمراہی کا ایک پورا فلسفہ تیار کر دیتے ہیں یا ان کی آڑ لے کر دین کی بنیادی باتوں پر بھی حملہ کر دیتے ہیں۔ اس وقت بدقسمتی سے ہم اسی صورتِ حال سے دوچار ہیں۔ ایک طرف جمود اور عامیانہ تقلید کی بے حسی ہے' اور دوسری طرف خودسرانہ اور جاہلانہ تنقید کی بے راہ روی۔ نتیجہ یہ ہے کہ ان خفتہ پاسبانوں اور ان بے باک لٹیروں کے ہاتھوں تمام متاعِ ملت تاراج ہو رہی ہے۔ ایسے لوگ بہت کم ہیں جو متاعِ ملت کی حفاظت کیلئے اپنے اندر غیرت و حمیت بھی رکھتے ہوں اور ساتھ ہی اللہ نے ان کو وہ بصیرت بھی عطا فرمائی ہو جس سے وہ کھرے اور کھوٹے میں امتیاز اور اصلی و الحاقی میں فرق کر سکیں' باطل کو مٹائیں اور جو حق ہے اس کو دلائل کی تازہ دم کمک کے ساتھ میدان میں لائیں۔ پروفیسر یوسف سلیم چشتی صاحب کا یہ مقالہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس بصیرت سے نوازا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی صحت' عمر اور اوقات میں برکت دے کہ وہ اس قسم کی بہت سی مفید چیزیں لکھ سکیں۔

میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سلمہٗ کو بھی مبارک باد دیتا ہوں کہ وہ اس قیمتی مقالہ کو پروفیسر صاحب کے خزانۂ مسودات سے برآمد کرنے میں کامیاب ہوئے اور اس کو اس کے قدر دانوں تک پہنچانے کا اہتمام کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کارِ خیر کے لئے ان کو جزائے خیر دے!